Men and SRHR: Complementing Women's Struggles

مرد اور ایس آر ایچ آر: خواتین کی جدّوجہد کو پایہ تکمیل تک پہنچاتے ہوئے

مین انگیج کے ذریعہ تیار کی گئی فکری یادداشت

1. Introduction

1- تعارف براہ کرم نظر ثانی کریں – کھول کر وضاحت کریں مناسب بنائیں

مین انگیج ایلائنس (اتّحاد) دنیا بھر کے بہت سے ممالک کی 600 سے زیادہ ممبر تنظیموں کا ایک عالمی اتّحاد ہے جو جنسی مساویات کے تعلّق سے مردوں اور لڑکوں کی ذمّہ داری اور شمولیت کو مضبوط بنانے کے راستہ تلاش کرنے کے مشترکہ مقصد کے لیے ایک ساتھ جمع ہوئے ہیں۔ مین انگیج ایلائنس کا ایک کلیدی مقصد اپنے چھہ علاقائی اور قریب 50 ملکی سطح کے نیٹ ورکس اور سیکڑوں ممبر تنظیموں کو ایک اجتماعی مہم کے لیے متحد کرنا ہے تاکہ سبھی کے لیے جنسی مساویات اور جنسی و تولیدی صحت و حقوق (SRHR) کی مہم کو آگے بڑھایا جاسکے۔ 2014 میں مین انگیج ایلائنس ایک عالمی پیش قدمی کا آغاز کریگا – اس میں اس کے علاقائی اور قومی عناصر شامل ہونگے – تاکہ سبھی کے لیے بہتر سے بہتر SRHR کو بڑھاوا دینے کی کوششوں میں مردوں کو شامل کیا جاسکے اور SRHR تک عورتوں کی رسائی اور اسے استعمال کرنے میں عورتوں کو تعاون دینے کے لیے مردوں کو متحرّک کیا جاسکے۔ یہ پیش قدمی SRHR کی تنظیموں سمیت عورتوں کے حقوق کی تنظیموں کے ساتھ مل تیار کی جائگی اور ان کے ساتھ مل کر اس کا نفاذ کیا جائگا۔
یہ دستاویز اس پیش قدمی کے اصل مقصد، اصولوں اور ترجیحات کے پس منظر کے بارے میں معلومات فراہم کراتی ہے۔

2- اصل مقصد

SRHR: عورتوں کے لیے مسلسل جدّوجہد- بچّے پیدا کرنے کی صلاحیت مردوں اور عورتوں کے بیچ سب سے بنیادی فرق ہے۔ قدیم زمانوں میں عورتوں کی اس صلاحیت کا احترام کیا جاتا تھا اور قدیم تمدّنوں کی بہت سی قدیم اشیاء اس کی گواہ ہیں۔ تاہم انسانی تمدّن کی پیش قدمی اور سرقبیلی نظام کے عروج کے ساتھ عورتوں کی جنسیت اور انکی تولیدی صلاحیت پر دوسروں کا تسلّط روئے زمین کے سبھی انسانی سماجوں کی یکساں پہچان بن گیا۔ تولیدی اور جنسی حقوق کے لیے عورتوں کی جدّوجہد کی تاریخ میں بیسیوں صدی ایک اہم انقلابی دور کی حیثیت رکھتی ہے جب مارگیریٹ سینگر اور میری اسٹوپس جیسے رہنماؤں نے پہلی مرتبہ سماجی اصولوں کو چنوتی دی اور بچّوں کی پیدائش کو روکنے یا جنسی لذّت کے حصول کے لیے مانع حمل کی مانگ کرنے اور انھیں استعمال کی کرنے کی عورتوں کی صلاحیت کو ثابت کرنے کے لیے انھوں نے جیل جانے تک کا خطرہ اٹھایا۔ آبادی اور ترقّی پر ہونے والی بین الاقوامی کانفرنس (آئي سی پی ڈی، قاہرہ 1994) اور چوتھی عالمی خواتین کانفرنس (بیجنگ، 1995) کے ساتھ ہی جنسی و تولیدی صلاحیت و حقوق کا نظریہ پہلی بار پالیسی سازی کی عملی لغت میں داخل ہوا، حالانکہ اس کے لیے بھی ایک لمبی جدّوجہد کرنی پڑی۔ اس بات کو بیس سال ہوچکے ہیں لیکن جنسی و تولیدی حقوق کے لیے عورتوں کی جدّوجہد کی کہانی ابھی بھی مکمّل نہی ہوئی ہے، اور دنیا کے بہت سے ملکوں اور سماجوں میں عورتوں کو ابھی بھی اسقاط حمل کرانے، مانع حمل استعمال کرنے یا بچّہ کی محفوظ پیدائش کرانے کا حق ابھی بھی محفوظ نہی ہوا ہے۔

جنسی رشتوں اور تولید سے متعلّق سماجی اور ثقافتی اصولوں کا فرق دنیا بھر میں بہت ہی زیادہ ہے۔ بہت سے مذاہب میں تجرّد اور ترک دنیا کو فرد کی جنسی اور تولیدی حالت کے لیے ایک مثالی شکل مانا جاتا ہے اور یہ سمجھاجاتا ہے کہ یہ ایک ایسی حالت ہے جس کے ذریعہ انسان 'خدا' سے قریبی رشتہ قائم کرتا ہے۔ جب کہ اس کے بالکل برعکس، بہت سے سماج ایسے بھی ہیں جہاں کثرت ازدواج کی اجازت ہے جب کہ کچھ دوسرے سماج ایسے بھی ہیں جن میں ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ شوہر یا بیوی کو اعتراض کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ بہت سے سماجوں میں ایک ہی جنس کے لوگوں کے درمیان جنسی رشتوں کو شادی کے ذریعہ قانونی حیثیت دی جاسکتی ہے تو کچھ دوسرے سماجوں میں ایسا کرنا ایک مجرمانہ عمل ہے۔
وہ انسانی معاشرے جو شادی کے ذریعہ جنسی تعلّقات کو اپنے لیے ایک مثالی مانتے تھے، ابھی زیادہ سال نہی گزرے ہیں جب یہی معاشرے اپنے غلاموں کے لیے شادی کے ذریعہ جنسی تعلّقات کی حوصلہ شکنی کرتے تھے۔ حالانکہ زیازہ تر سماج پدر مقاقی (patrilocal) ہوتے ہیں – جہاں شادی کے بعد عورتیں اپنے شوہر کے گھر چلی جاتی ہے، تو بعض معاشرے میٹری لوکل (matrilocal) ہوتے ہیں – جہاں مرد شادی کے بعد اپنے گھر سے چلے جاتے ہیں۔ شادی کے بعد عورتوں سے تولید

نسل کی امیّد کی جاتی ہے اور وہ عورتیں جو بچّے پیدا نہی کرپاتی ہیں اکثر معاشروں میں انھیں گری ہوئی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ حالانکہ بچّہ کو جنم عورت دیتی ہے لیکن سماج کی نوعیت چونکہ پدری غلبہ والی ہوتی ہے اس لیے بچّوں کے اوپر اکثر باپ کا اختیار رہتا ہے۔ ایک عورت کتنے بچّے پیدا کریگی اس کا فیصلہ اکثر معاملات میں نہ صرف خاندانی دباؤ میں بلکہ مذہبی اور قومی خواہشوں کے تحت کیا جاتا ہے۔ اس طرح ایک عملی اختلاف کے باوجود پوری دنیا کے کسی بھی معاشرے میں عورتوں کو کسی بھی طرح کی تولیدی یا جنسی خود مختاری حاصل نہی ہے۔

مساویات کی سمجھ اور انسانی حقوق کی آفاقیت بیسویں صدی کے سب سے طاقتور نظریات میں سے ایک ہیں۔ انسانی حقوق کے ادراک نے نہ صرف افراد اور سماجوں کو نئی نئی آرزؤں و تمنّاؤں کو بیان کرنے کے لائق بنایا ہے بلکہ انسانی سماج کے ایسے بہت سارے امتیاز اور بھید بھاؤ کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا ہے جنھیں سماجی اصولوں کی شکل میں برقرار رکھا گیا ہے بلکہ مذہب اور ریاست کے ذریعہ بھی انکی توثیق کی گئی ہے۔ انسانی حقوق کے لیے سڑکوں اور کانفرنس ہالوں میں کی جانے والی بے شمار جدّو جہدوں کے نتیجہ میں بہت سی قانونی اور عملی اصلاحات وجود میں آئی ہیں لیکن ایسی بہت سی اصلاحات ابھی ہونی باقی ہیں۔ باضابطہ قانونی اصلاحات کے باوجود بہت سے معاشروں کے سماجی اصول ابھی بھی غیر لچکدار ہیں اور ان میں اکثر کا تعلّق جنسی تعلّق اور تولید سے ہے۔ ان امتناعی اصولوں سے عورتیں سب سے زیادہ متائثر ہوتی ہیں اور عورتوں کی تحریکیں حقوق و آزادی کے دائرہ کو بڑھانے کی اسی جدّو جہد کی علمبردار ہیں۔ بعض واقعات میں تولیدی خود مختاری کی جدّوجہد کو جنسی خود مختاری کی جدّجہد کے ساتھ مربوط نہی کیا گیا ہے۔

SRHR جدّو جہد کی ایک مختصر تاریخ – عورتوں کے جنسی و تولیدی حقوق کی جدّوجہد 20 صدی میں عورتوں کے حقوق کے لیے کی جانے والی سب سے سخت جدّو جہد میں سے ایک ہے۔ 20 ویں صدی کے شروعاتی سالوں میں یہ جدّوجہد صرف عورتوں کے لیے ضبط تولید اور مانع حمل حاصل کرنے کی استطاعت تک ہی مرکوز رہی۔ امریکہ میں انّیسویں صدی کے آخر سے ہی ایک قانون پہلے سے ہی موجود تھا، جسکا نام تھا کوم اسٹوک قانون (Comstock Law) اس قانون کے تحت مانع حمل اشیاء کی خریدو فروخت اور ان کی تقسیم پر پابندی عائد تھی اور اسے 'فحش' مانا جاتا تھا۔ انگلینڈ کی رہنے والی ایک نرس، جن کا نام مارگیریٹ سینگر تھا اور جنھوں نے خود اپنی ماں کو بچّوں کی کثرت ولادت کی وجہ سے موت کے منھ میں جاتے ہوئے دیکھا تھا، انھوں نے امریکہ میں ضبط تولید کے کلینک شروع کرنے میں ایک کلیدی کردار ادا کیا۔ تاہم ان کے کلینک پر پولیس کے ذریعہ چھاپہ مارا گیا اور ان کے کام کو غیر قانونی قرار دے دیا گیا۔ مارگیریٹ سینگر نے انگلینڈ کا دورہ کیا اور وہاں جنسی تعلیم کی علم برداروں میں سے ایک میری اسٹوپس سے ملاقات کی۔ میری اسٹوپس نے لندن میں خاندانی منصوبہ بندی کے پہلے کلینک کی شروعات کی اور اس موضوع پر بہت ساری کتابیں بھی لکھیں، شادی شدہ زندگی کی محبّت (Married Love) ان کی سب سے مقبول کتاب تھی۔ 1930 تک مارگیریٹ اسٹوپس کو مسلسل خوف و ہراس کا سامنا کرتے رہنا پڑا، جب ریاستہائے متّحدہ بمقابلہ ون پیکیج United States vs One Package 86 F.2d 737 (2d Cir 1934) کے ایک کیس میں جسٹس آگسٹس ہینڈ نے یہ فیصلہ دیا کہ مانع حمل اشیاء غیر اخلاقی یا فحش آلات نہی ہیں اگر انکی فروخت یا تقسیم ڈاکٹروں کے ذریعہ کی جائے۔ تاہم اس کے باوجود بھی شادی شدہ عورتوں کے ذریعہ مانع حمل اشیاء پر پابندی عائد کرنے والے ریاستی قوانین امریکہ کی بہت سی ریاستوں میں عملا لاگو رہے۔ 1965 میں امریکہ کے سپریم کورٹ نے گرسولڈ بمقابلہ کنیکٹیکٹ (Griswold Vs Connecticut) کے ایک اہم فیصلہ میں یہ کہا کہ حق رازداری کے آئینی تحفّظ کے تحت عورتیں مانع حمل اشیاء کا استعمال کرسکتی ہیں ساتھ ہی اس فیصلہ نے کنیکٹیکٹ کی ریاست کے لیے کوم اسٹوک قانون کی گنجائش کو ردّ کردیا۔ لیکن کوم اسٹوک قانون کی دفعات کا پورے ملک سے مکمّل خاتمہ 1983 میں ہوا۔ مارگیریٹ سینگر، ایما گولڈمین اور میری ڈینیٹ جیسے علمبرداروں کی لمبی جدّوجہد کی وجہ سے ہی ان قوانین کو مسلسل چنوتی دیتے رہنا ممکن ہوا۔

اسقاط حمل کرانے کا عورتوں کا حق ایک متنازعہ دائرہ کار ہے جہاں بہت سے ممالک میں اسقاط حمل کی خدمات آج بھی غیر قانونی ہیں اور اکثر ممالک میں صرف چند مخصوص حالات کے تحت ہی اسقاط حمل کی اجازت ہے۔ انگریزی بولے جانے والے ممالک میں 19ویں صدی تک اسقاط حمل کو قانونی طور پر ایک مجرمانہ عمل قرار دیا گیا تھا حالانکہ اسقاط حمل مختلف طریقوں سے انجام دیا جاتا تھا۔ کوم اسٹوک قانون کے تحت اسقاط حمل کے بارے میں کسی بھی طرح کی معلومات کی تیاری یا اس کی تقسیم بھی ممنوع تھی اور 1910 تک امریکہ کی سبھی ریاستوں میں اسقاط حمل مخالف قوانین موجود تھے۔ اس کے برعکس دوسری طرف، فرانس میں اسقاط حمل پر ادیبوں اور مصنّفین کے ذریعہ کھلی بحث کی جاتی تھی اور انچاہے حمل سے نپٹنے کے لیے ماہرین کی نگہداشت کے تحت اسے ایک معقول حد تک محفوظ طریقہ مانا جاتا تھا۔ امریکہ اور برطانیہ میں ماہرین کی نگہداشت سے محروم خواتین اسقاط حمل کرانے کے لیے غیر محفوظ طریقوں کا استعمال کرتی تھیں اور یہ طریقہ کار انتہائي خطرناک ہوتے تھے۔ اسقاط حمل کے قوانین کو آزاد کرنے کی تحریک کے فورا بعد ہی مانع حمل اشیاء کے حقوق کی تحریکیں شروع ہوئیں۔ حقوق نسواں کی مشہور برطانوی حامی اسٹیلا براؤن اس مہم میں سب سے آگے تھیں اور 1920 میں اسقاط حمل کے عورتوں کے حقوق کو تسلیم کرانے کے لیے انھوں نے بڑے پیمانہ پر آواز اٹھائی۔ اس

کے بعد حقوق نسواں کے دوسری حامی بھی ان کے ساتھ اس تحریک میں شامل ہوئے اور اس طرح 1936 میں اسقاط قوانین اصلاح ایسوسی ایشن قائم کی گئی۔ 1938 میں ریکس بمقابلہ بونر Rex vs Bourner کے ایک کیس میں عصمت دری کی شکار ایک 14 سالہ معصوم لڑکی کا حمل ساقط کرنے کے لیے ڈاکٹر ایلیک بورنر کو مجرم قرار نہی دیا گیا۔ تاہم پھر بھی برطانیہ میں باضابطہ قانونی اصلاحات کو 1967 تک انتظار کرنا پڑا، جب این ایچ ایس قانون کے تحت قومی صحت خدمت National Health Service کے اندر مفت اسقاط حمل کی خدمات کو شامل کیا گیا۔ امریکہ میں اسقاط کے خلاف تحریک نے 1960 میں شدّت اختیار کی اور اسقاط کے متعلّق رائے عامّہ کو بیدار کرنے کے لیے بہت سارے گروپس تشکیل دیے گیے۔ یہ سبھی گروپ نیشنل ایبورشن رائٹس ایکشن لیگ (NARAL) نام کی ایک اجتماعی تنظیم کے نیچے جمع ہوئیں۔ ان کی سرگرم کوششوں کے نتیجہ میں ہی الگ الگ ریاستوں نے اسقاط حمل کے غیر قانونی ہونے کو کلعدم قرار دینا شروع کیا یہاں تک کہ روو بماقبلہ ویڈ کے ایک اہم کیس میں سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ دیا کہ اسقاط حمل کو ممنوع قرار دینے والا ٹیکساس ریاست کا قانون غیر آئینی ہے کیونکہ اس سے رازداری کے حق کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ دنیا کے مختلف حصّوں میں اسقاط حمل اور مانع حمل حکومت اور مذہبی تنظیموں کے سخت کنٹرول میں بنے رہے۔ خاص طور پر لاطینی امریکہ کے ممالک جو کہ رومن کیتھولک کے زیر اثر تھے اور وہ ممالک جو اسلام کے زیر اثر رہے ان ممالک میں عورتوں کے ذریعہ ان خدمات کو لیکر روک جاری رہی۔ 1968 میں انسانی حقوق پر ایک بین الاقوامی کانفرنس جو تہران میں منعقد ہوئی تھی اس میں تولید کے حق کے نظریہ کو خاندانی منصوبہ بندی کی خدمات کا استعمال کرنے کے لیے جوڑوں کو حق دینے کے ساتھ ختم ہوئی۔ حالانکہ 1974 میں بخاریسٹ میں منعقد عالمی آبادی کانفرنس میں الجیریا، ارجنٹائنا، اور ہولی سی جیسے ممالک کی طرف سے خاندانی منصوبہ بندی کی سخت مخالفت کی گئی۔ حالانکہ آبادی پر ہوئی ان کانفرنسوں نے خاص طور سے ایشیائی ممالک میں تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی پر عالمی تشویشات کو اٹھانے میں اہم کردار نبھایا تھا جس کے نتیجہ میں خاندانی منصوبہ بندی ایک اہم ترقّی کے مدّے کی شکل میں قائم ہوئی جسے دو طرفہ اور کثیر طرفہ مالی مدد کے ذریعہ حل کرنے پر زور دیا گیا۔ لیکن ہندوستان کی طرح کئی ممالک میں خاندانی منصوبہ بندی کے پروگرام عورتوں کو نشانہ بناتے ہوئے بے حد جارحانہ رہے۔ کئی ممالک میں ان پروگراموں کو غیر سرکاری تنظیموں نے انجام دیا لیکن اس سے قومی اور بین الاقوامی سطح پر متعیّن کردہ خاندانی منصوبہ بندی کے پروگراموں اور عورتوں کے تولیدی حقوق کے لیے جدّوجہد کررہی خواتین تنظیموں کے بیچ دراڑ پیدا ہوئی۔

تنظیم اقوام متّحدہ کے ذریعہ 1975 میں میکسیکو سٹی میں منعقد عورتوں کی پہلی عالمی کانفرنس کے بعد خواتین کی تحریکوں نے ایک عالمی شکل اختیار کرلی۔ یہ کانفرنس دنیا بھر کے خواتین حقوق پر کام کررہے مفکّرین اور کارکنوں کو جہاں خواتین کی تحریکوں کا آغاز ہوچکا تھا، ایک اسٹیج پر لیکر آئی۔ تولیدی حقوق کا نظریہ اور اس حق کو استعمال کرنے کے لیے معلومات اور خدمات کے باہمی تبادلہ کی ضرورت اور اپنے انسانی حقوق کو استعمال کرنے کے لیے عورتوں کی مجموعی قابلیت کو تولیدی صحتی خدمات کی کمی سے جوڑا گیا۔ آگے آنے والے سالوں میں سلسلہ وار دوسری عالمی ملاقاتوں اور کانفرنسوں جس میں 1984 میں میکسیکو میں منعقد آبادی کانفرنس، 1984 میں ہی نیروبی میں منعقد محفوظ زچگی کانفرنس اور 1985 میں نیروبی میں ختم ہوئے خواتین کے اقوام متّحدہ کے دہے کی کانفرنس شامل ہیں ان پیش قدمیوں نے خواتین کے حقوق کی مانگ کو بین الاقوامی شکل دی اور خواتین کے ذریعہ تولیدی صحت خدمات تک پہنچ کی کمی اور تولیدی حقوق کی کمی اور تولیدی حقوق کے بھرپور استعمال کی کمی کی اور دھیان متوجّہ کیا۔ اور دنیا کے مختلف علاقوں میں ملکی اور علاقائی سطح پر عورتوں کے حقوق اور تولیدی حقوق کے لیے تنظیموں کے قیام کے لیے جدّوجہد تیز ہوگئی۔ ان میں سے کچھ تنظیمیوں کے نام کچھ اس طرح ہیں جیسے DAWN (ایک نئے دور کے لیے خواتین کے ساتھ متبادل کی تیاریاں)، WGNRR (وومینس گلوبل نیٹ ورک فار ریپروڈکٹو رائٹس)، LACWHN (لیٹن امریکن کیربین وومین ہیلتھ نیٹ ورک۔ عورتوں کی تحریک بین الاقوامی شکل اختیار کرنے کے ساتھ ہی جنسیت اور تولیدی صحت سے جڑے بہت سارے مسائل کو بھی ان تحریکوں کے ایجنڈے میں شامل کرلیا گیا جیسے کہ آبادی کی جبری روک تھام، زچّہ کی صحت، خواتین کے جنسی اعضاء کو بگاڑنا/ کاٹنا، بچپن کی شادی اور حمل، جنسی تشدّد اور جنسی پہچان۔ ان تنظیموں کی اجتماعی طاقت اور توانائی کے نتیجہ میں 1993 میں ویانا میں ہوئی انسانی حقوق کی بین الاقوامی کانفرنس، 1994 میں قاہرہ میں ہونے والی بین الاقوامی کانفرنس برائے آبادی و ترقّیات اور 1995 میں بیجینگ میں ہونے والی عالمی خواتین کانفرنس میں خواتین گروپوں نے بڑے پیمانہ پر حصّہ لیا۔ خواتین کے حقوق کو بطور انسانی حقوق اور تولیدی و جنسی صحت و حقوق کے اوپر موجودہ عالمی اتّفاق رائے ان دو بڑے کانفرنسوں سے حاصل ہونے والی سمجھ کا ہی نتیجہ ہے۔ تاہم یہ مقابلہ ابھی جاری ہے اور ایک بڑی چنوتی اب یہ ہے کہ اس استدلالی اور معقول تبدیلی کو مؤثّر پالیسیوں اور پروگراموں میں کیسے بدلا جائے کیونکہ یہ عمل ان عالمی معاشی پروسیس اور مذہبی و ثقافتی قوّتوں کی وجہ سے سنگین حد تک محدود ہے اور ان کی طاقت خواتین گروپوں کو حاصل ہوسکنے والی طاقت کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہے[i]۔ یہ بیان کئی معنوں میں ان مردوں اور نوجوانوں کے لیے ایک چنوتی کی طرح ہے جو جنسی مساویات کے لیے ایک دہائی سے بھی جاری عورتوں کی جدّوجہد میں انکے ساتھی بننے والے ہیں۔

3. جنسی و تولیدی صحت حقوق اور مرد

ان جدّوجہدوں میں مردوں کی حصّہ داری بہت ہی محدود رہی ہے۔ اس کے برعکس سبھی انسانی سماجی ڈھانچوں میں عورتوں کی جنسیت اور انکی تولیدی صلاحیت کو کنٹرول میں رکھنے کے قوانین مضبوطی سے جڑ پکڑے ہوئے ہیں، اور اپنی طاقت اور اختیار کی وجہ سے ان معاملات میں مردوں کی حصّہ داری کو سمجھا جاسکتا ہے۔ اس لیے کوئی عورت کب شادی کریگی، اس کے کتنے بچّے ہوں، یہ کچھ ایسے معاملات ہیں جن پر دنیا بھر میں عورتوں کا کنٹرول کافی محدود ہے۔ دنیا کے بہت سے ملکوں میں عورتوں کے لیے ان چاہے حمل کو ساقط کرانے کی مناہی ہے۔ یہ خاندان کے مردوں اور بہت حد تک سماج کے ذریعہ کنٹرول کیا جاتا ہے۔ مرد عورتوں کے خلاف جنسی تشدّد کے لیے بھی ذمّہ دار ہوتے ہیں یہ تشدّد نہ صرف گھر کے باہر بلکہ گھر کے اندر بھی خاندان کی عورتوں اور لڑکیوں کے خلاف ہوسکتا ہے۔ سماج میں موجود جنسی امتیاز کا فائدہ مردوں کو ہی پہنچتا ہے اور بہت تھوڑے مرد ایسے ہیں جو غیر مساوی ترجیح کے بھید بھاؤ کو چنوتی دیتے ہیں۔

مرد و جنسی و جنسی و تولیدی صحت حقوق اور حکومت – جنسی و تولیدی صحت حقوق کی تاریخ میں عورتیں ہی مرکزی موضوع رہی ہیں، اس معاملہ میں مردوں کی محدود شرکت دو نمایاں وجوہات ہیں:

1. **بڑھتی آبادی** – بڑھتی آبادی خاص طور سے جنوبی ممالک میں، یہ ہمیشہ ہی شمالی ممالک کے حصّوں میں تشویش کی بنیادی وجہ بنی رہی۔ خاندانی منصوبہ بندی کے پروگرام میں مردوں کو ایک اہم کڑی کی شکل میں دیکھا گیا لیکن چونکہ عورتوں کے لیے اب بہت سے دوسرے طریقہ دستیاب ہیں اس وجہ سے توجّہ اب عورتوں پر مرکوز کردی گئی ہے۔
2. **متعدّی بیماری، خاص طور سے ایچ آئی وی اور ایڈس** - مردوں کے ذریعہ ایک سے زیادہ ساتھیوں کے ساتھ جنسی اختلاط نے عورتوں کے لیے خطرات بڑھادیے اس کی وجہ سے خاص طور پر جنوبی دنیا کے ممالک میں مردوں کا جنسی طرز عمل جانچ کے دائرے میں آگیا۔
3. **تشدّد خاص طور سے جنسی تشدّد** - مردوں کے ذریعہ شادی شدہ رشتوں کے اندر اور باہر، عورتوں کے خلاف جنسی تشدّد اب پالیسی سازی کے لیے فکر کی ایک وجہ بن گیا ہے۔
4. **ہم جنسی** – مردوں کے ساتھ مردوں کے جنسی تعلّقات کو تاریخ میں ہمیشہ گھناؤنی نظروں سے دیکھا گیا ہے تاہم پچھلے کچھ وقت سے بہت سے ممالک میں ان پر سخت نظر رکھی جانے لگی ہے۔

پالیسی سازی سے تعلّق رکھنے والی ان چار قابل تشویش باتوں کے علاوہ ایک پانچویں وجہ بھی ہے جو انفرادی طور پر مردوں کی ذاتی تشویشات سے تعلّق رکھتی ہے۔

5. **جنسی صحت، خاص طور سے جنسی صلاحیت** - ایچ آئی وی اور ایڈس و جنسی رشتوں سے پیدا ہونے والی بیماریوں کی وجہ سے دھیان مردوں کی جنی صحت کی طرف بھی متوجّہ ہوا۔ دنیا کے کئی ممالک کے مرد اپنی جنسی صحت اور جنسی صلاحیت کو لیکر بے حد فکر مند رہتے ہیں۔ مادّہ منویہ کو لیکر ان کے اندیشوں کو جنوبی ایشیا میں دستاویز کیا گیا ہے اور مشت زنی سے جڑی خیالی باتیں شاید سبھی تہذیبوں میں یکساں ہیں۔ حالیہ دنوں مییں سائڈینافل سائٹریٹ یا ویاگرا کی ہاتھوں ہاتھ فروخت مردوں کی جنسی صلاحیت سے جڑی تشویشات کو ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے۔ حالانکہ اس کے لیے شاید ہی کوئی باضابطہ خدمات فراہم کرانے کا کوئی انتظام ہے۔

مذکورہ بالا اسباب کی وجہ سے مردوں (خاص طور سے جنوبی ایشا کے غریبوں) کی ایک درپردہ شبیہہ ابھر کر آتی ہے کہ وہ غیر ذمّہ دار، تشدّد کرنے والے، جنسی طور پر شہوت پرست ہوتے ہیں اور بعض-اوقات ایک ہی جنس کے ساتھ جنسی تعلّقات میں ملوّث ہوتے ہیں۔ تاہم الگ الگ اوقات پر مرد جس طرح تولیدی اور جنسی صحت کے پروگراموں میں شریک رہے ہیں یہ اس کی بالکل واضح تصویر نہی ہے۔ جنسی و تولیدی صحت اور حقوق سے مردوں کا سب سے قریبی سامنا نس بندی (یا مردوں کو بانجھ بنانے) والے پروگراموں کے ذریعہ ہوا۔ امریکہ میں اس وقت "اینجینڈر ہیلتھ" کے نام سے کام کرنے والی تنظیم نے اپنے کام کی شروعات 1937 میں اسٹیریلائزیشن لیگ آف امریکہ کے نام سے کی تھی، جس کا مقصد نسلی نس بندی (eugenic sterilization) کے ذریعہ بہتر نسل تیار کرنا تھا خاص طور پر مردوں کی ذریعہ سے کیونکہ اس وقت تک عورتوں کی نس بندی کے آسان طریقے دستیاب نہی تھے۔ یہاں یہ بتانا مناسب ہوگا کہ اصلاح نسل کے لیے مردوں کی نس بندی کا طریقہ (جو زیادہ تر یہودیوں، جپسیوں اور سیاہ فام لوگوں پر کیا گیا تھا) بڑے پیمانے پر نازی جرمنی کے ذریعہ استعمال کیا گیا تھا اور امریکہ و یورپ کے دوسرے ممالک میں اسے استعمال کیا گیا تھا۔ 1951 میں دنیا کے سب سے پہلے خاندانی منصوبہ بندی کے پروگرام کی شروعات کرنے والے ملک انڈیا نے مردوں کی نس بندی پر شروع میں بہت زیادہ زور دیا اور اسے ملک کی تعمیر کے عمل مردوں کی حصّہ داری سے جوڑ دیا اور چھوٹے خاندانوں کو قومی سطح پر ایک مثالی مقصد قرار دیا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد انسانی حقوق کے نظریات اور سب انسانوں کے پیدائشی طور پر برابر ہونے کے

اصول و نظریات دنیا میں پھیلنے کے ساتھ ہی نسلی نس بندی کو برا سمجھا جانے لگا۔ تاہم ایک نیا خیال فروغ پانے لگا – آبادی کے بڑھنے کا خوف اور آبادی کو روکنے کی توجّہ ساری کی ساری دنیا کے جنوبی حصّہ کے ممالک کی طرف مرکوز ہوگئی جن میں ہندوستان سب سے اہم ہے۔ 70 کے شروعاتی دنوں میں ہندوستان میں نس بندی کے لیے بڑے بڑے کیمپوں کا انعقاد کیا جانے لگا اور "ایمرجینسی" کے دوران مردوں کی نس بندی بطور ایک سرکاری پالیسی کے اپنی عروج کی حد کو پہنچ گئی جب سال 1975 سے 1977 کے دوران 18 مہینوں کی مدّت میں نس بندی کے 12 ملین آپریشن انجام دیے گئے اور اس کے لیے لوگوں کو ذبردستی سڑکوں سے گھسیٹ کر لایا جاتا تھا۔ تاہم آبادی کو قابو میں لانے کے لیے نس بندی کا استعمال کرنے والا ہندوستان کوئی اکیلا ملک نہی تھا۔ یہاں یہ بات نوٹ کرنے کے لائق ہے کہ 1980 میں پیٹ کی منی لیپیروٹومی اور لیپیرواسکوپک ٹیوبیکٹومی کے بآسانی دستیاب ہونے سے پہلے، دنیا کے مختلف ممالک میں جبری بانجھ پن کے سبھی پروگرام ابتداء میں نس بندی پر ہی مبنی ہوا کرتے تھے، اور اس وجہ سے اپنے جنسی و تولیدی حقوق و صحت کے اوپر حکومت کے کنٹرول اور ذبردستی کی مردوں کی بھی اپنی ایک المناک تاریخ ہے۔ بعد ازاں جنسی و تولیدی حقوق و صحت کے پروگراموں میں مردوں کو شامل کرنے کی مختلف کوششیں کی گئی ہیں ان میں سے زیادہ تر کوششوں میں جنسی و تولیدی حقوق و صحت سے متعلّق فیصلہ سازی کے عمل میں مردوں کے محافظانہ کردار کو برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی ہے – جس میں یا تو ان کے پدری تسلّط یا پدرانہ احساس پر زور دیا جاتا۔ حالیہ دنوں میں اب ایسا ہونا شروع ہوا ہے کہ درجہ وارانہ سماجی ڈھانچوں کے اندر جنس کے کردار کی تنقیدی جانچ کی جارہی ہے تاکہ جنسی لحاظ سے منصفانہ سماجی ڈھانچہ کے اندر جنسی و تولیدی حقوق و صحت کے لیے کی جانے والی کوششوں میں مردوں کو بھی شامل کیا جاسکے۔

(سودمند ہوگا اگر دنیا کے مختلف حصوں میں جنسی و تولیدی حقوق و صحت کے پروگراموں میں مردوں کی شمولیت کی کچھ مثالیں پیش کی جائیں اورر اس کے لیے لٹریچر کے موجودہ تجزیوں کو استعمال کیا جائے)

جدول 1: جنسی و تولیدی صحت کے پروگراموں میں مردوں کو شامل کرنے کا نقطہ نظر .

پروگرام سے متعلّق مضمرات	مقصد اور مفروضات	نقطہ نظر
خواتین و بچّوں کی صحت کے نظریہ سے مانع حمل اشیاء تک عورتوں کی رسائي بڑھانا۔	مانع حمل اشیاء کے استعمال میں اضافہ کرنا۔ تولیدی صلاحیت کو گھٹانا کارگردگی کے نقطہ نظر سے مردوں کو شامل کرنا ضروری نہیں	عورتوں کے لیے روایتی خاندانی منصوبہ بندی
1984 میں قاہرہ میں ہوئی آبادی اور ترقّی پر عالمی کانفرنس		
تولیدی صحت خدمات کو جس طرح عورتوں تک پہنچایا جاتا ہے، اسی طرح مردوں تک بھی پہنچانا مردوں کو صحت کارکنوں کی حیثیت سے جوڑنا	مردوں کی تولیدی صحت ضروریات کو پورا کرنا	مرد بطور ایک گراہم
عورتوں کی صحت کی حمایت کے لیے مردوں کو جوڑنا۔ مثال کے طور پر، مرد کو بچّہ کی پیدائش کے دوران عورت کو ہونے ہونے والے شدید درد کے عمل سے روبرو کران، درد زہ کے دوران اسپتال تک لے جانے کی طریقہ کی منصوبہ بندی کرنا، اور عورتوں کی صحت کے نقطہ نظر سے خاندانی منصوبہ بندی کی اہمیت کے بارے میں بتانا	عورتوں کی صحت کی حمایت کرنے کے لیے مردوں کو مرکزی کردار میں لانا۔	مرد بطور پانٹنر
پروگرام کی تشکیل کیسی ہو، اور خدمات کی پہنچ کس طرح سے ہو اس میں طریقہ کار کی ایک بڑی تبدیلی لانا: چاہے وہ کسی بھی طٖرح ہو۔	جنی مساویات کو بڑھاوا دینے کے مقصد سے عورتوں اور مردوں کی صحت میں سدھار لانا۔ عدم مساوات سے نپٹنے کے لیے	مرد مثبت تبدیلی کے عامل کے روپ میں

وسیع اور متفرّق سرگرمیاں، مردوں کے ساتھ بطور جنسی پانٹنر، والد اور سماج کے فرد کے روپ میں کام کرنا۔	مردوں کا تعاون اور بھاگیداری	

مرد جنسی و تولیدی صحت و حقوق اور معاشرہ – ایک اور جہاں مردوں کا پالیسی نقطہ نظر کچھ حد تک غیر مدلّل ہے اور جنسی و تولیدی صحت و حقوق کے پروگراموں میں مردوں کی شمولیت ایک ہی اہم مسئلہ ہے، تو دوسری طرف سماج نے مردوں اور انکی تولیدی صلاحیت کو زیادہ اہمیت دی ہے کیونکہ اکثر سماجوں میں انھیں مرد ہونے کی اہم خوبیوں میں سے مانا جاتا ہے۔ اکثر تہذیبوں میں طاقت، تسلّط، اٹل پن، ایک سے زیادہ عورتوں کو مطمئن کرنے کی صلاحیت، اور بیٹا پیدا کرنے کی صلاحیت کو مردوں کے پسندیدہ مردانہ اطوار کی شکل میں دیکھا جاتا ہے۔ کئی تہذیبوں میں یہ اطوار لڑکوں کے مرد بنّے کی مخصوص رسومات کے ذریعہ اور بھی نمایاں کیے جاتے ہیں۔ آج مردانہ خوبیوں کی ان سماجی طور پر پسندیدہ خصوصیات میں سے اکثر کو، جن میں عورتوں کے اوپر مردوں کی جنسی فوقیت کو تسلیم کرلیا گیا ہے، اکثر مردوں کے جنسی لحاظ سے بھید بھاؤ والے، اور پرتشدّد طرز عمل سے جوڑ کر دیکھا جاتا ہے، جنسی مساویات کے نقطہ نظر سے اگر اسے دیکھا جائے تو یہ ایک مذموم چکّر کی طرح دکھائی دیتا ہے۔ اس مثالی مردانہ خصوصیت یا مردانہ تسلّط اور عورتوں کی تولیدی و جنسی صحت کے اوپر سماجی تسلّط کا رشتہ مختلف تہذیبوں میں الگ الگ ہے لیکن اس کے نتائج اکثر ایک جیسے ہی ہوتے ہیں۔ اس کی کچھ مثالیں ایک کتاب سے لی جاسکتی ہیں جس کا عنوان ہے "الگ الگ ممالک اور تہذیبوں میں تولیدی صلاحیت پر گفت و شنید، مصنّفہ روزلینڈ پیچیسکی اور کے جیوڈ (زیڈ بکس اور سینٹ مارٹن پریس) یہ کتاب اس وقت مجھے دستیاب نہی ہے لیکن مجھے معلوم ہے کہ اس میں کچھ مثالیں دی ہوئی ہیں عورتوں کے تولیدی حقوق پر مردوں کی اجتماعی اور انفرادی تسلّط پر روشنی ڈالتی ہے۔

اگر ہم جنوبی ایشیا کی مثال لیں جہاں دنیا اس وقت قریب 1.7 بلین لوگ یا دنیا کی آبادی کا ¼ یا ایک چوتھائی حصّہ رہتا ہے تو ہم دیکھنگے کہ تولیدی و جنسی صحت سے متعلّق عقائد، رسومات اور لوگوں کے طرز عمل میں مردانہ تسلّط کے سماجی ضابطہ بہت ہی جٹل ہیں۔ جنسی و تولیدی صحت و حقوق سے متعلّق بہت سی باتیں اس خطّہ میں قابل تشویش ہیں اور اگر ہم ان میں سے کچھ کا معائنہ کریں تو یہ رشتے اور بھی واضح ہوجاتے ہیں، جیسا کہ نیچے دکھایا گیا ہے:

<u>جلدی شادی</u> – یہ ساری دنیا کے لیے ایک قابل تشویش حقیقت ہے، اور جنوبی ایشیا اور نچلے-سہارا ریگستان کے افریقی ممالک اس کا عالمی مرکز ہیں۔ تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ قریب 130 سال پہلے جلدی شادی کے خلاف تشویش کو لیکر آواز بلند کی گئی تھی اور اس کے خلاف پہلا قانون 80 سال پہلے بنا تھا۔ برّصغیر کے اکثر حصّوں میں شادی ایک سماجی اور خاندانی مسئلہ ہے جس میں متعلّقہ فریقوں کے لیے کوئی انفرادی خود مختاری نہی ہوتی۔ یہ شان اور جنسی کنوارے پن کے ساتھ پاکیزگی، سماجی طبقہ اور ذات کے احترام اور وقار کے ساتھ مرد کی تشویشات سے بھی جڑا ہوا ہے۔ لڑکیوں کے جنسی طور پر بالغ ہونے کو لیکر بھی یہ تشویشات سے جڑا ہوا ہے اور والد سے یہ امّید کی جاتی ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں کی جلد شادی کرکر اپنی سماجی ذمّہ داری کو پورا کریں۔ یہ مانتے ہوئے کہ شادی کے وقت لڑکی کی عمر بلوغت کو نہی پہنچتی ہے بالغ ہونے تک بیٹیوں کو جنسی نقصان سے بچایا جاتا اور اس کی وداعی اکثر دوبارہ کی جاتی ہے جب وہ حققیتا اپنے شوہر کے گھر پہنچتی ہے۔ شادی شدہ ہونے کو زیادہ تر مردانہ وقار کی علامت مانا جاتا ہے اور اکثر جگھوں پر ایسے لڑکوں کو خاص اہمیت دی جاتی ہے۔

<u>جلد بچّہ پیدا کرنا</u> – یہ جلدی کی شادی کا ایک فطری نتیجہ لگتا ہے، لیکن ایسا ہے نہی۔ شادی کے فورا بعد ہی عورت پر سماجی دباؤ ہوتا ہے کہ وہ اپنی تولید کی صلاحیت کو ظاہر کرے (اور مردوں پر عورت کو حاملہ کرنے کا دباؤ ہوتا ہے جسکا مطلب ہے مردانگی اور کارگردگی) اعلی سماجی معاشی گروپوں میں وقت کے ساتھ شادی کی عمر میں اضافہ ہورہا ہے لیکن اس کے باوجود، پہلے بچّہ کی پیدائش سے پہلے مانع حمل طریقوں کا استعمال بہت ہی کم ہے۔

<u>گھٹتا ہوا جنسی تناسب</u> – یہ مسئلہ اس پورے خطّہ میں دھیرے دھیرے ایک بہت ہی اہم جنسی مسئلہ کی شکل میں سامنے آرہا ہے اور چھوٹے ہوتے ہوئے خاندانوں اور بہتر ہوتے ہوئے سماجی معاشی رتبہ سے اس کا بہت ہی گہرا تعلّق ہے۔ سماج سے جڑنے اور سماجی ذمّہ داریوں کے پس منظر میں بیٹے کی قدر اور اس کے ساتھ ساتھ بیٹیوں کے خلاف بھید بھاؤ یہ سماج کے اوپر اٹھنے اور خواہشات کا ایک بگڑا ہوا روپ ہے۔

<u>باپ کی ذمّہ داری اٹھانا</u> بچّے پیدا کرنے کی صلاحیت ایک مرد کی پہچان ہے اور اس میں بیٹا پیدا کرنا فخر کی نشانی ہے۔ حالانکہ کافی بڑی تعداد میں خاندان مشترکہ خاندانوں میں رہتے ہیں اور یہاں والد اور ان کے بچّوں میں اکثر دوری بنی رہتی ہے۔ ایسے مشترکہ خاندانوں میں عورت اور مرد ابھی بھی الگ الگ رہتے ہیں جس کی وجہ سے باپ کو اپنے بچّوں کی ٹھیک سے پرورش کرنے کے مواقع اکثر کم ہی ملتے ہیں۔ جب بیٹا بڑا ہوتا ہے تو اس کے ساتھ بات چیت اسے بحیثیت ایک

مرد کے مضبوط بنانے پر ہوتی ہے۔ کئی معاملات میں مرد کام کے سلسلہ میں خاندان کو چھوڑ کر باہر چلے جاتے ہیں۔ ایسے حالات میں مرد سے سماجی توقّعات اور حمل کے دوران انکی حصّہ داری اور بچّوں کی دیکھ بھال کے مواقع بہت ہی محدود ہوتے ہیں۔ حالانکہ اس علاقہ کے اندر بھی سماجی توقّعات اور طرز عمل کو لیکر کافی اختلافات ہیں لیکن پھر بھی کچھ سماجی پیمانے ایک جیسے ہی ہیں جو آج کے سیاق و سباق میں بھی جنسی و تولیدی صحت اور حقوق پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ اس میں شامل ہیں:

- عورتوں کا عزّت سے جڑے ہونے کا مسئلہ – تحفّظ اور کنٹرول اور اس کی خلاف ورزی پر تشدّد – جس میں عورتوں پر تشدّد، عزّت کے لیے قتل، اور تائدیبی عصمت دری جیسی بہت سی سماجی پابندیاں شامل ہیں
- نجی اور عوامی عملداری کی علاحدگی – نجی عملداری عوامی جانچ کے لیے کھلی نہی ہوتی – چاہے وہ میڈیا یا قانونی نظام لاگو کرنے تنظیمیں ہی کیوں نہ ہوں جس کی وجہ سے قانون اتنا اثردار نہی رہتا۔
- ثقافتی سطح پر جنسی بھید بھاؤ جو جنسی و تولیدی حقوق پر اثر انداز ہوتا ہے۔
- سماجی درجہ بندی جو کہ اخلاقی طور پر مذہب، روایات اور قومیت کے ذریعہ اختیار حاصل کرتے ہیں۔
- بڑے پیمانے پر سماجی اور معاشی تبدیلیاں جو کہ عالم کاری کے زیر اثر ہیں۔ جس میں کہ کچھ لوگوں اور گروہوں کے پاس بے حساب دولت ہونا اور باقی کا بہت زیادہ غریب ہونا شامل ہے۔ جنوبی ایشیائی ممالک کی ایک عام بات یہ ہے کہ عورتیں بڑے پیمانے پر ورک فورس کا ایک حصّہ ہیں۔
- پدرانہ تسلّط کے اصولوں میں تبدیلی کی مخالفت – اس کو باہری تہذیبی یلغار کی شکل میں اور اپنی پہچان سے جوڑ کر دیکھنا جس کی وجہ سے بنیاد پرستی کو تقویت ملتی ہے۔
-

کوئی بھی کوشش جو موجودہ جنسی و تولیدی صحت و حقوق کے معیاروں میں بدلاؤ لانا چاہتی ہے اسے ان حقیقتوں کو جاننے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔ یہی صورتحال جنوب کے دوسرے ممالک میں بھی ہے۔ تاہم ان مخصوص اور متنوّع سماجی ثقافتی حقیقتوں کو صحیح ڈھنگ سے سمجھے بنا ہی یکساں عالمی معاشی ترقّی کی کوششوں میں شامل کردیا گیا۔

جنسی و تولیدی صحت و حقوق کی جدّو جہد میں مردوں کا حصّہ – مردوں نے جنسی و تولیدی صحت و حقوق کے لیے عورتوں کی جدّوجہد میں اچّھے مددگار کا کردار نبھایا ہے۔ ایچ آئی وی اس کی اور مثال پیش کرتی ہے جہاں مردوں نے اس مسئلہ سے نپٹنے میں اہم کردار ادا کیا۔ حالانکہ اس کا تعلّق علاج کے حصول سے تھا۔ امریکہ میں جہاں ایچ آئی وی اور ایڈس سب سے پہلے 'ہم جنسی کی بیماری' کی شکل میں سرخیوں میں آئے تھے وہاں ہم جنس پرست مردوں کی تنظیم "ایکٹ اپ" نے مہم کے ذریعہ سے ایچ آئی اور ایڈس کے لیے آسان اور سستے علاج حاصل کرنے میں ایک اہم کردار نبھایا تھا۔ ایسا ہی کردار جنوبی افریقہ کی ایک تنظیم ٹریٹمینٹ ایکشن کیمپین (TAC) نے بھی نبھایا تھا جس نے اینٹی ریٹروائرل علاج کو سب کے لیے آسان بنانے کے لیے جنوبی افریقہ کی حکومت کو آئینی عدالت میں لاکھڑا کیا تھا۔

مرد اور جنسی و تولیدی صحت و حقوق – ایک متبادل نقطہ نظر کی ضرورت – حالانکہ جنسی و تولیدی صحت و حقوق کے مدّوں میں مردوں اور نوجوانوں کو شامل کرنے کی ضرورت کو آبادی اور ترقّی کی بین الاقوامی کانفرنس کے ایکشن پروگرام میں جوڑا گیا لیکن آج تک اس کو لیکر زیادہ کچھ نہی ہوا ہے۔ جنسی و تولیدی حقوق کے لیے ایک طرف عورتوں کی کمزوری کو سمجھنے کی ضرورت ہے تو دوسری طرف اس میدان میں متبادل نظریہ کی وضاحت کے لیے انکی لیڈرشت کی ضرورت کو بھی سمجھا جانا چاہئے۔ ساتھ ہی ہمیں سماجی قوانین کے ذریعہ عورتوں کے تولیدی فیصلوں پر مردوں کے اندرونی تسلّط اور اختیار کو بھی ہمیں سمجھنے کی ضرورت ہے۔ یہ سماجی قوانین مثالی غلبہ والی مردانگی کے لیے مجبوریاں بھی پیدا کرتے ہیں جو مردوں سے الگ الگ سماجی توقّعات کے ذریعہ اپنا اثر ڈالتے ہیں ان کے یہ اقدامات اور توقّعات عورتوں کی خودمختاری کو بزور دباتے ہیں، انکی تولیدی صلاحیت اور تولیدی حقوق پر عمل کرنے کی اس کی صلاحیت پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ ایک متبادل فکر کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان رشتوں کو سمجھے انفرادی طور پر مردوں اور مردوں کے گروہوں کی مدد کرے تاکہ وہ اپنے آپ کو ان سماجی توقّعات سے آزاد کرا سکیں اور ایک محبّت کرنے والے اور برابری کا درجہ دینے والے ساتھی کی حیثیت سے اپنی ایک مثبت شبیہہ قائم کرنے کے لیے اپنی انفرادی اور اجتماعی طاقت کو استعمال کریں، جس میں وہ فکر مند اور بااختیار بنانے والے باپ، بانٹنے والے بھائی اور سب سے بڑھ کہ عورتوں کو انکے حقوق کو استعمال کرنے اور ان سے استفادہ کرنے کے لیے ان کی حمایت اور حوصلہ افزائی کے لیے پوری ایمانداری سے کوشش کرنے والے انسان کے طور پر نظر آئیں۔ جنسی مساویات کے لیے بے انتہا فکر مند کارکنوں کی حیثیت سے ہمارا کام ہمیں اس بات کا قائل کرتا ہے کہ اس پوری جدّوجہد میں مردوں کے لیے ایک متبادل نظریہ اور کردار نہ صرف یہ کہ ممکن ہے بلکہ بہت سے مرد ان جدّجہدوں میں مصروف بھی ہیں۔ جنسی مساویات پر مردوں اور نوجوانوں کے ساتھ مل کر کام کرنے والی دنیا بھر کی تنظیموں کا اتّحاد "مین انگیج" ایسی کوششیں شروع کرنا چاہیگا جن

سے وہ یہ سمجھ سکے کہ وہ مختلف حصّوں میں کام کرنے والے خواتین حقوق کے کارکنوں کے ساتھ مل کر کس طرح کام سکتا ہے تاکہ مردوں او نوجوانوں کے اس نئے کردار کو اور بھی واضح کیا جاسکے۔

اس کوشش کا مجموعی مقصد حسب ذیل ہے:

- سبھی سطحوں پر اپنے نیٹورک ممبران کے درمیان صلاحیت پیدا کرنا۔
- جنسی و تولیدی صحت و حقوق پر کام کرنے والی خواتین کی صحتی حقوق کی تنظیموں اور دیگر تنظیموں اور سماجی تنظیموں کے ساتھ تعلّق قائم کرنا
- ایسی مقامی، قومی اور علاقائی مہم کی حمایات کرنا جن کا مقصد جنسی امتیاز والے موجودہ سماجی قوانین کو چنوتی دینے کے لیے سماج کے افراد اور مردوں کے گروہوں کے بیچ بیداری کو بڑھانا ہے تاکہ جنسی و تولیدی صحت و حقوق کے تعلّق سے متبادل طرز عمل اختیار کیے جاسکیں۔
- جنسی و تولیدی صحت و حقوق کی سبھی کے لیے خدمات کے لیے ذیلی قومی، قومی اور عالمی سطح پر ریاست کے افسران اور پالیسی سازوں کے سامنے پیروی کرنا اور اس کے لیے مضبوط حمایت دینا۔

دنیا بھر میں الگ الگ تہذیبوں اور انکے متنوّع طریقہ کار کو دھیان میں رکھتے ہوئے اس نظریاتی نوٹ کے حسب ذیل حصّہ میں ان وسیع اصولوں کی وضاحت کی گئی ہے جنھیں نیٹ ورک کے سبھی ممبران کو مقامی حقیقتوں اور ترجیحات کو دھیان میں رکھتے ہوئے اپنے انفرادی اور خود مختار ایکشن پلان تیار کرتے وقت اپنے ذہن میں رکھنا ہوگا۔

1. خیال سے حقیقت کی طرف: کچھ رہنما اصول

مقامی حقائق کی زمینی حقیقت کی سمجھ پیدا کرنا – عورتوں کی جنسی و تولیدی صحت و حقوق کے حقائق پر مردوں کے اختیار کا استعمال دنیا بھر میں ایک جیسے اور مختلف طریقوں سے ہوتا ہے۔ یہ مردوں پر سماج کی توقّعات کے مطابق ظاہر ہوتا ہے۔ موجودہ حقائق کو بدلنے کے لیے ہمیں سب سے پہلے انھیں سمجھنے کی ضرورت ہے۔ سماجی توقّعات کا غلبہ اور اثر مردوں پر خاص طور سے غالب رہتا ہے اور اس کے لیے وہ کسی بھی حد تک چلے جاتے ہیں اور اپنی مردانگی کو ثابت کرنے کے لیے وہ خطرات اٹھانے کے لیے بھی تیار رہتے ہیں۔ نتیجتا ایک صورتحال پیدا ہوتی ہے جس میں انفرادی طور پر مردوں کا طرز عمل اپنی سوچ کے بجائے سماج میں انکی اہمیت اور قدرو قیمت کے خیال سے پیدا ہوتا ہے۔ ایسے حالات میں انفرادی طور پر کسی طرز عمل کو بدلنا، خاص طور پر جنسی و تولیدی صحت و حقوق کے میدان میں ایسے بدلاؤ کی شروعات کرنا اور اسے قائم رکھنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔ ہندوستان جیسے ممالک میں کھاپ پنچایتوں جیسے روایتی اداروں کے ذریعہ ایسے لوگوں کو سزا دینے کے اجتماعی فیصلے جو انفرادی طور پر کوئی حد پار کرتے ہیں (جیسے کہ ذات پات کی حدوں سے باہر شادی وغیرہ) یہ ثابت کرتے ہیں کہ انفرادی مردوں کے مقابلہ اجتماعی توّقعات بہت زیادہ مضبوط ہیں۔ ان سماجی قوانین کو اکثر عورتوں کی ماتحتی کو توثیق کرنے والے ایمان اور عقائد کے مضبوط نظام کے ذریعہ اور بھی مضبوط کیا جاتا ہے (نیچے دی ہوئی تفصیل دیکھیں)۔ ان نظریات اور عقائد کے نظام کو سمجھے بنا عورتوں اور مردوں کے بیچ کے رشتوں کی بنیاد کو سمجھنا اور انھیں پائدار طریقہ سے بدلنا اور جنسی مساویات اور انساف کے مفاد میں انھیں چنوتی دینا مشکل ہوسکتا ہے۔

تصویر 1: سماجی نظام کے ڈھانچہ میں جنس

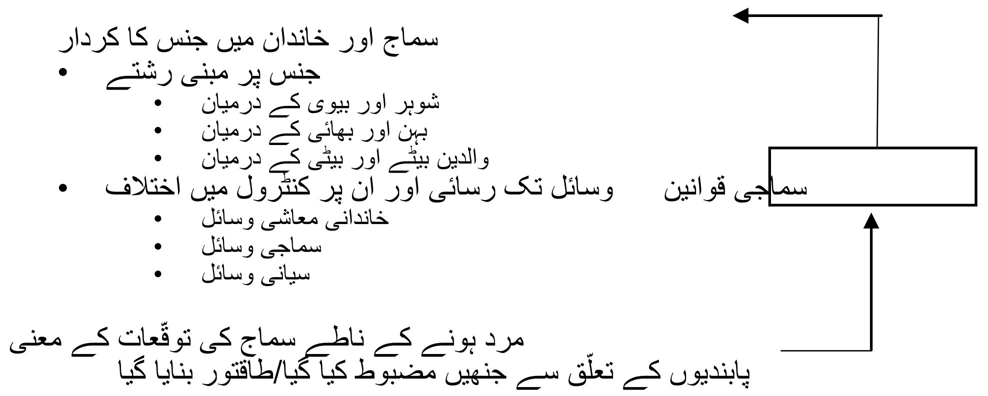

دنیا کے جنوبی حصّوں کے بہت سے ممالک نوآبادیاتی دور کے بعد وجود میں آئے اور اسی وجہ سے انکے یہاں سماجی اصلاحات کے قوانین یا تو نوآبادیاتی دور سے تعلّق رکھتے ہیں یا پھر بالکل ایسے نئے قوانین جنکا قانونی ڈھانچہ زیادہ سے زیادہ مساوایات پر مبنی ہے ایسے قوانین بین الاقوامی تعاون اور حمایت کے ذریعہ وجود میں آئے ہیں۔ یہ بہتر ہوگا کہ ہم عورتوں کی حالت سے متعلّق ان قوانین کو حاصل سماجی حمایت کا بھی پتہ لگائیں۔ ان میں سے بہت سے معاملات میں ایسے قانون اور پالیسیاں موجود ہوسکتی ہیں جو تولیدی صحت کی خدمات تک عورتوں کی پہنچ و رسائی کی حمایت کرتی ہوں، لیکن اجتماعی بے حسّی، قانون لاگو کرنے والی ایجینسیوں اور / یا خدمات بہم پہنچانے والوں کی طرف سے کسی بھی طرح کے تعاون کی کمی کی وجہ سے یہ متعلّقہ قوانین ایک بہت بڑی حد تک لاگو ہی نہیں ہوپاتے ہیں۔ ہندوستان میں جلدی شادی، دہیز، اور اسقاط حمل کے قانون جیسی ایسی بہت سی پالیسیاں ہیں جنکا یہی انجام ہوا۔ مقامی طور پر طاقتور سماجی نظام اس طرح کی ترقّیاتی کوششوں کو ناکام بنا کر موجودہ حالات کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ تاہم روایتی سماج بھی تبدیلی کے اس عمل سے مسلسل جوجھ رہے ہیں، وہ اپنے پدارانہ تسلّط کو برقرار رکھے ہوئے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ عورتوں اور مردوں کی نئی خواہشات کے لیے کچھ گنجائش بھی نکال رہے ہیں۔ موجودہ عالمی، نیو-لبرل معاشی نظام اس طرح کی سماجی تبدیلیوں کے لیے مکمّل مواقع فراہم کرتا ہے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوستان میں بازار سے جڑنے کے لیے عورتوں کو وسیع ذرایع حاصل ہورہے ہیں تو شادی خاندان کے ذریعہ طے کیے گئے اصول و ضوابط کے تحت انجام پاتی ہے، بازاری طاقتیں دہیز کو بڑھاتی ہیں، اور اولاد کے انتخاب میں بیٹے کی ترجیح بڑھتی جارہی ہے۔ اس کے دوسری طرف عورتوں کی حرکت پذیری بڑھ گئی ہے اور زیادہ سے زیادہ نوجوان لڑکے اور لڑکیا شادی سے پہلے جنسی تعلّقات قائم کررہے ہیں۔ تاہم اس میں بھی مانع حمل کا بوجھ عورت پر پڑتا ہے (یہ مانع حمل اکثر امرجینسی مانع حمل تک محدود ہوتے ہیں) اور لڑکے اور لڑکی دونوں کی شادی ابھی بھی ایک ایسا معاملہ ہے جسکا انتظام اور تعیّن خاندان کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ اور جگہوں پر بھی اسی طرح کے تجربات ہوسکتے ہیں۔

خواتین کی جدّوجہد کے ساتھ ہم آہنگی – سماج میں جنسی رشتوں کو بدلنے کے لیے نئے پہلوؤں کا پتہ لگانے کے لیے سب سے اہم چنوتی علاقائی ایریا / سماجی تبدیلیوں کے عمل اور پہل کا ایک نقشہ تیار کرنا ہے۔ MGD اور SDGs جیسی پروسیس کے ذریعہ ترقّیاتی خواہشات نے ایک بین الاقوامی شکل اختیار کرلی ہے اور اب دنیا کے بہت سے ممالک میں ترقّی کے 'میدان' کھل رہے ہیں۔ بین الاقوامی ترقّیاتی تنظیموں (INGOs) اور بعض معاملات میں ملک کی اندرونی ترقّیاتی تنظیموں (NGOs) کو پیسہ دیا جاتا ہے اور ان میں سے بعض کو ذمّہ داریاں بھی سونپی جاتی ہیں تاکہ وہ ان ترقّیاتی خواہشات کی تکمیل کرنے والے منصوبوں کو لاگو کرنے میں حکومتوں کی مدد کریں۔ تولیدی صحت کے مسائل جیسے کہ مانع حمل کا استعمال اور زچّہ کی صحت خدمات اس طرح کے اقدامات میں آتے ہیں۔ اس کے برعکس انہی ممالک میں مقامی خواتین گروپ، انسانی حقوق کے گروپ اور سماجی تحریکیں اکثر زیادہ سے زیادہ خود مختاری اور حق اسقاط، اور ایل جی بی ٹی حق کے لیے جدّوجہد میں لگی ہوئی ہیں، خاص طور پر ان جگہوں پر جہاں انھیں قانونی شکل نہی دی گئی ہے۔ ایک ایسے گروپ کی حیثیت سے جو (مردوں اور عورتوں کے درمیان تولید اور جنسی تعلّق کے میدان میں)سماجی رشتوں میں بنیادی تبدیلیاں لانا چاہتا ہے ہمیں بظاہر ان دو یکساں دکھائی دینے والے عاملین کے بیچ فرق کو دھیان میں

رکھنے کی ضرورت ہے اور ہمیں اس بات سے آگاہ رہنا چاہئے کہ ہمارے دوسروں پر کیا اثر ڈالینگے، خاص طور پر خود مختار سماجی تحریکوں اور خواتین حقوق گروپوں پر۔ تشویش کا ایک اور شعبہ بھی ہے جسے الگ الگ وقتوں اور الگ الگ جگہوں پر خواتین گروپوں نے اجاگر کیا ہے ان کو لگتا ہے کہ عورتوں کے حقوق اور عورتوں کو بااختیار بنانے والے بنیادی طور پر زیادہ اہم کاموں کے مقابلہ میں چندہ دینے والوں کی دلچسپی غیر متناسب حد تک 'مردوں کے ساتھ کام کرنے والے' پروجیکٹوں میں زیادہ ہوتی ہے۔ جنسی و تولیدی صحت و حقوق کے دائرہ میں ایسے بہت سے علاقے ہیں جن میں حکومت کو کوئی دلچسپی نہی ہوہوسکتی اور ان کے لیے سرکاری اور نجی چندہ دینے والوں کی طرف سے بہت کم مالی اعانت دی جاتی ہے۔ جنسی و تولیدی صحت و حقوق کے مسائل پر مردوں کے ساتھ مل کر کام کرنے کا نقشہ جیسے جیسے واضح ہوتا جاتا ہے، ویسے ویسے کام کرنے والوں کے لیے ضروری ہوتا جاتا ہے کہ وہ جنسی و تولیدی صحت و حقوق کے مسائل پر کام کرنے والی مختلف تنظیموں کے اپنے تعلّقات پر بات کریں، خاص طور پر وہ گروپ، جو حکومت کے لیے قابل قبول حاشیہ پر کام کررہے ہیں۔ یہ سمجھنا بہت ہی ضرروی ہے کہ جنسی و تولیدی صحت و حقوق کا میدان ایک بہت لمبے وقت سے ایک متنازعہ علاقہ رہا ہے اور یہ ابھی بھی اسی طرح ہے۔ جنسی و تولیدی صحت و حقوق کے میدان میں ہونے والی بہت سی پیش قدمیاں ان خواتین اور خواتین گروپوں کی وجہ سے ہی ممکن ہوپائی ہیں جنھوں نے روایتی سمجھ اور قانونی حدوں کو چنوتی دی ہے، اور مردوں کے ساتھ کام کرنے والوں کو اس بات کا بہت ہی زیادہ دھیان رکھنا چاہئے کہ وہ ان گروپوں کو الگ تھلگ ہونے یا نظرانداز کیے جانے کا احساس نہ کرائیں۔ عملی سطح پر، مین انگیج پارٹنروں کو چاہئے کہ وہ مجموعی منصوبہ بندی، اس کے نفاذ اور ان کے کام پر نظرثانی کے لیے عورتوں کی خود مختار تحریکوں سے جڑے کارکنوں کو اپنے ساتھ شامل کرنے کا نشانہ بنائیں۔ ایک بہت ہی بڑا خطرہ جسے ہمیں دھیان میں رکھنا چاہئے وہ یہ ہے کہ ہمارے کام کو اس نظر سے نہ دیکھا جائے کہ یہ جنسی و تولیدی صحت و حقوق کے اوپر مردوں کے ذریعہ مردوں کے ساتھ اور مردوں کے لیے یا عورتوں کے لیے کیا جانے والا کام دکھائی دے اور اس خاص خطّہ میں عورتوں کی زمینی جدّوجہد کے ساتھ اس کی کوئی ہم آہنگی یا رشتہ نہ ہو۔

مردوں کے عمل کی جوابدہی - جنسی و تولیدی صحت و حقوق پر جب ہم سماج یا مجموعی تحریک کی سطح پر ہمارے خود کے ذریعہ تیار کیے گیے کاموں کو نافذ کرینگے تب ہمارے سامنے مردوں کے ذریعہ عورتوں کے خلاف تشدّد آمیز کاروائ یا سرکاری ایجینسیوں کے ذریعہ عورتوں کے حقوق کی خلاف ورزی کی مثالیں بھی سامنے آئینگی۔ مین انگیج نیٹ ورک کے ممبران کے لیے بہت ضروری ہے کہ وہ اس طرح کے واقعات اور کاروائیوں تر توجّہ دیں اور خواتین تحریک کے ردّعمل کو سمجھیں اور اپنے آپ کو ان سے جوڑیں۔ مردوں کے ساتھ کی جانے والی سرگرمیوں اور منصوبوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ مقامی جنسی اور جنسی و تولیدی صحت و قوانین کے ماحول کو مسلسل اپنے ذہن میں رکھیں اور اسی کے مطابق ردّ عمل کریں۔ جنس سے متعلّق خلاف ورزیوں میں مرد عموما اس طرح شامل ہوتے ہیں یہ سمجھنے اور ان خلاف ورزیوں کے خلاف مناسب اقدامات سے خواتین کے مقامی گروپوں اور ان کی جدّو جہد کے ساتھ ہم آہنگی کو مضبوط کرنے میں مدد ملیگی۔

مردوں کی خصوصی مراعات اور بدلاؤ کی کوشش – جنسی انقلابی تبدیلیوں پر مردوں اور نوجوانوں کے ساتھ کیے جانے والے کام نے یہ دکھایا ہے کہ مردوں کے ذریعہ سنجیدہ غور و فکر اس پورے عمل میں ایک بہت ہی اہم عمل ہے۔ اس کے لیے چاہے جو بھی طریقہ اپنایا جائے، لیکن مردوں کو اس بات کے پورے موقع دیے جائیں کہ وہ ان کی اپنی زندگیوں میں موجود عورتوں کے ساتھ اپنے ذاتی تعلّقات پر غور و فکر کریں۔ غور و فکر کے اس عمل سے مردوں اور نوجوانوں کو یہ موقع ملیگا کہ وہ سماجی رشتوں کے درجہ واری نظام اس نظام میں اپنے مقام اور ان کو حاصل خصوصی مراعات کو سمجھ سکیں۔ جنسی مساویات اور سماجی انصاف کے ایک مجموعی فریم ورک کے اندر ان خصوصی مراعات کی سمجھ مردوں کے اندر تبدیلیاں لانے کے لیے ایک طاقتور تحریک کا کام دیگی۔ ہندوستان کے اندر، عموما ایسے سماجی حالات میں جہاں دونوں جنسیں سماجی طور پر الگ ہوتی ہیں، مردوں کو انفرادی طور پر یہ تبدیلیاں اپنی زندگی میں موجود عورتوں کے ساتھ ان کے رشتے کو لیکر بہت شدّت سے محسوس ہوتی ہے۔ یہ سبھی تبدلیاں ذاتی تعلّقات کے بہت سے شعبوں میں ظاہر ہوتی ہیں جیسے کہ جنسی محبّت، بچّوں کی دیکھ بھال یا پھر گھریلو کام کاج میں حصّہ داری۔ اس لیے پروگرام کی کاروائی اور پیغام جنسی و تولیدی صحت و قوانین جیسے کہ مانع حمل کے استعمال ہی محدود ہو کر نہ رہ جائیں بلکہ اس میں عورتوں کی سماجی اور تولیدی خودمختاری کو متاثّر کرنے والے بھید بھاؤ سے بھرے وسیع سماجی پیمانے بھی شامل ہونے چاہئیں۔ ساتھ ہی پدریت سے ہوشیار رہنے اور تحفّظی نظام کے جال میں پھنسنے سے بچنے کی بھی ضرورت ہے۔ (تشدّد اور حقوق کی دوسری قسم کی خلاف ورزیوں سے) عورتوں کی حفاظت کا نظریہ ایک پہلا اچھا ابتدائی نظریہ ہے جس میں مردوں کی دلچسپی بھی جگائی جانی چاہئے، لیکن ساتھ ہی اس سے بھی واقف رہنا چاہئے کہ یہ نظریہ پدریت کے تسلیم شدہ فریم ورک اور مردوں کی مثالی برتری کے نظریہ کے اندر بہت اچھّی طرح فٹ بیٹھتا ہے

بدلاؤ کے لیے نئی زمینی اور اجتماعی خواہشات کی تشکیل - ترقّی پذیر ممالک کے بہت سے روایتی سماج نیو لبرل ماڈرنائزیشن کی طاقتوں کے ساتھ ایک شدید جدّوجہد میں الجھے ہوئے ہیں۔ عورتوں کے اوپر سے کنٹرول ختم کرنا ایک ایسا

علاقہ ہے جہاں روایتی سماج سب سے زیادہ محتاط اور کمزور ہیں؛ اور اس مہم میں خاص طور پر اسی کی آواز اٹھائی گئی ہے۔ دنیا بھر کے کئی حصّوں میں بڑھتی بنیاد پرستی روایتی پدریت اور مردانہ غلبہ کو درپیش خطرہ اس کا ایک ثبوت ہے جو انھیں ایک نئے اور باہری نظریہ سے محسوس ہورہا ہے۔ بدلے ہوئے نئے نظریات کے حق میں مناسب فضا سازگار کیے بغیر پبلک پالیسی اور پروگراموں میں تبدیلی کی مانگ بہت سے روایتی سماجوں میں اکثر غیر مؤثّر ثابت ہوئی ہے۔ اس لیے ہماری اس موجودہ کوشش کا ایک اہم حصّہ یہ ہوگا کہ ہم جنسی رشتوں میں بدلاؤ کے لیے ایک ایسا ماحول تیار کریں جو مقامی تقاضوں سے جڑا ہوا اور ان کے مطابق منطقی ہو اور جس کی گونج مردوں کے درمیان اجتماعی طور پر سنی جائے۔ گناہ یا خلاف قانون ہونے کا نظریہ جس کا استعمال ہندوستان میں پیدائش سے پہلے بچّہ کی جنس معلوم کرنے یا لڑکوں اور لڑکیوں کے گھٹتے ہوئے جنسی تناسب کے مسئلہ سے نپٹنے کے لیے اکثر کیا جاتا ہے، اپنے اثر کے لحاظ سے نقصان دہ ثابت ہوا ہے۔ پہلی مثال میں اسے ایک ایسے اخلاقی ڈھانچہ میں استعمال کیا گیا جس میں بھید بھاؤ کی دوسری سرگرمیوں کو جائز ٹھہرایا گیا ایسے میں اسقاط حمل کو گناہ قرار دینا الٹا نقصان دہ ثابت ہوا کیونکہ اس کی وجہ سے اسقاط حمل کے محفوظ طریقوں سے عورتوں کو سمجھوتہ کرنا پڑا۔ دوسرے معاملہ میں اس کے غیر مؤثّر ثابت ہونے کی وجہ یہ حقیقت تھی کہ عورتوں کے سماجی مرتبہ کو بہتر بنانے کے مقصد سے بنائے گئے سبھی قانونوں کو کبھی بھی سنجیدگی سے نہی لیا گیا کیونکہ یہ سماج کی خواہشات ظاہر نہی کرتے، اور اسی وجہ سے ان میں سے کسی بھی قانون کو کبھی بھی سنجیدگی سے لاگو نہی کیا گیا۔ اس لیے اس پوری مہم کا ایک بنیادی جزء اور اس کی سب سے اہم چنوتی ان انفرادی مردوں کے لیے ہے جو اپنے خود کے رشتوں اور جنسی و تولیدی صحت و قوانین سے متعلّق طرز عمل میں بدلاؤ لانے کی اس تحریک کی قدر کرتے ہیں کہ وہ سب ایک ساتھ مل کر کام کریں اور ایسے سماجی سرپرست اتّحاد اور گروپ تشکیل دیں جو جنسی مساویات اور انصاف کی قدروں میں انہی کی طرح یقین رکھتے ہوں۔ ضرورت ہے کہ ایک ایسا نیا زمینی استدلال تیار کیا جائے جو موجودہ سماجی خواہشات سے ہم آہنگ ہو ساتھ ہی موجودہ جنسی رشتوں کے اندر کنٹرول کا مرکز عورتوں اور لڑکیوں کی سمت موڑے۔ یہ اتنا مشکل بھی نہی ہے جتنا دکھائی دیتا ہے کیونکہ دنیا کے بہت سے ممالک میں عوامی زندگی میں عورتوں کی زیادہ سے زیادہ حصّہ داری اور عورتوں کے لیے زیادہ بہتر صحت خدمات کے لیے ماحول پہلے ہی تیار کرلیا گیا ہے۔ جنسی رشتوں میں بدلاؤ کے لیے اس مجموعی زمینی خواہشات کی تشکیل کے بغیر مردوں کے لیے انفرادی طور پر اس تبدیلی کو دیرپا بنائے رکھنا مشکل ثابت ہوسکتا ہے کیونکہ مثالی مردانگی کا تصوّر مردوں کی اجتماعی توقّعات کے ذریعہ پھر سے مضبوط ہوجائگا جیسا کہ تصویر 1 میں دکھایا گیا ہے اس لیے اسے توڑنے اور پھر سے ایک اور شکل دینے کی ضرورت ہے۔

پبلک پالیسی اور پروگرامنگ میں بدلاؤ – زمینی سطح پر اسے اکثر ایک اہم پیروی کے روپ میں دیکھا جاتا ہے اور بین الاقوامی معاہدوں کی دلیل اور ان کی پیش قدمی کی جانچ کی توثیق اکثر اسی سمجھ پر منحصر ہوتی ہے۔ بین الاقوامی ترقّیاتی امداد اکثر بین الاقوامی پیمانوں کے مطابق ملکی سطح پر ہونے والی ترقّی سے مربوط ہوتی ہے اور خود اس کی وجہ سے نگرانی اور جانچ کی ایک پوری نئی صنعت وجود میں آتی ہے۔ ساتھ ہی الگ الگ ملکوں کے ذریعہ کی جانے والی ترقّی کے لیے ان کی تعریف اوپیرینٹ کنڈیشننگ لوجک کی بین الاقوامی مماثل بن جاتی ہے جسے اکثر ترقّیاتی عوامل انفرادی سطح پر بروئے کار لاتے ہیں۔ تاہم اس کے علاوہ بہت دوسرے عوامل بھی ہیں جیسے سسٹم کی صلاحیت، پیسے سے مناسب تعاون، بدعنوانی / نگرانی کی کمی اور حکومت جو بہت سے ممالک کو انکے مطلوبہ مقاصد کے حصول سے روکتے ہیں۔ جنسی و تولیدی صحت و قانون کے میدان میں بدلاؤ کے سامنے چنوتیاں بہت ہی بڑی ہیں کیونکہ بہت سے ممالک بین الاقوامی سطح پر ان مطلوبہ تبدیلیوں کے خلاف احتجاج بھی کرتے ہیں۔ اس کی ایک مثال اس حقیقت سے جانی جاسکتی ہے کہ CEDAW کو قبول کرنے/ اسے منظوری دینے کے لیے دنیا کے پچاس سے زیادہ ممالک نے ریزرویشنس کیے تھے، لیکن ابھی تک ان میں کسی ایک کو بھی نہی ہٹایا جاسکا۔ ان میں سے زیادہ تر ریزرویشنس آرٹیکل 5 اور 16 کے بارے میں تھے جنکا تعلّق روایتی طریقوں، شادی اور خاندی رشتوں، اور واضح طور پر جنسی ا ور تولیدی صحت و قانون کے مسائل سے ہے۔ تاہم اس سے بین الاقوامی معاہدوں کی قدر میں کمی نہی آتی لیکن کہ واضح ہے کہ پبلک پالیسی کے اقدامات کو بہتر بنانے کے لیے یہ معاہدے اپنے آپ میں ہی کافی نہی ہیں۔

مین انگیج نیٹورک کے ممبران ایک ایسی پوزیشن میں ہیں جہاں سے وہ عورتوں کے لیے تولیدی صحت خدمات تک رسائی میں مدد دینے کے لیے بہتر پالیسی اقدامات کی مانگ کرسکیں اور ملکی اور ذیلی ملکی سطح پر مانع حمل اور ایس ٹی آئی / ایچ آئی وی اور ایڈس کے سلسلہ میں مردوں کے لیے خاص طور پر ان خدمات کا تقاضہ کرسکیں۔ مقامی سطح پر پالیسی میں بدلاؤ لانے کی یہ آواز نہایت ضرروری ہے تاکہ بہت سے قومی اور بین الاقوامی سطح پر کیے گئے بہت سے وعدوں کو پورا کرنے کے لیے عوامی خدمات کو متحرّک کیا جاسکے اور اس مخصوص مقامی تقاضوں کو بھی پورا کیا جاسکے۔ تاہم یہ سبھی تقاضے خواتین تنظیموں کے اشتراک سے کیے جائیں، تاکہ ایسا نہ لگے یہ عورتوں کی طرف سے یہ مانگیں کوئی اور اٹھارہا ہے، ایسی صورت میں ان کاروائیوں کی حیثیت محض ایک سرپرستانہ عمل کی ہوکر رہ جائگی۔ ساتھ ہی پبلک پالیسی کے لیے یہ آوان اٹھانے سے پہلے ضروری ہے کہ مردوں کے گروپ جنس کو لے کر اپنے خود کے اخلاقی

نظام اور جنسی و تولیدی صحت و قانون سے متعلّق ان کے اپنے طرز عمل کے بارے میں پہلے غور کریں اور اس پر کام کریں۔ اس سے ان کے اپنے عمل اور پالیسی میں بدلاؤ کی ان کی مانگ کے بیچ ایک ہم آہنگی ہوگی۔

مقامی ایکشن پلان کی تیاری میں احتیاط اور ان کے نفاذ میں چوکسی - سماجی بدلاؤ کے لیے مردوں کے ساتھ مل کام کرنا چنتوتی سے بھرپور ہوسکتا ہے اور ساتھ ہی بہت دلچسپ بھی۔ روایتی طور پر مردوں نے ہمیشہ عورتوں کے اوپر اپنی طاقت اور حکمرانی قائم رکھی ہے اور بہت سی سماجی مراعات کا فائدہ اٹھایا ہے۔ مرد اسے چھوڑنے کے لیے آسانی سے تیار نہی ہونگے۔ تاہم سبھی مرد ہمیشہ اپنی برتری کا اظہار نہی کرتے حالانکہ وہ ایسا کرنے کی خواہش ضرور رکھتے ہیں۔ مثالی مردانگی اور تسلّط کا یہ ایک کرشمہ ہے جو نچلی سطحوں پر مردوں کو مجبور کرتا ہے کہ وہ سماجی اصولوں کو برقرار رکھنے والے اقدامات کو دوہرائیں۔ جنسی و تولیدی صحت و قوانین کے مسئلہ پر مردوں کے ساتھ مل کر کام کرنے سے مردوں کو اپنے خود کے اعمال پر غور کرنے اور اپنے عزیزوں پر پڑنے والے ان کے نتائج پر غور و فکر کرنے کا موقع ملتا ہے۔ خود کو حاصل طاقت اور خصوصی مراعات اور ان کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے اعمال کا دوسرے لوگوں کی زندگی پر پڑنے والے اثر پر نظر ڈالنے سے مردوں کو اپنے دوسرے سماجی رشتوں کے بارے میں بھی غور و فکر کا موقع ملتا ہے۔ زیادہ تر روایتی سماجوں میں پدریت اور مردانہ تسلّط سماجی رشتوں کی ایک جکڑبندی کے ذریعہ اپنے آپ کو مضبوط بناتے ہیں۔ جنسی رشتوں کی جانچ اور برابری و مساوات کو ایک لازمی سماجی خوبی کے طور پر سراہنے سے مردوں کو سماجی انصاف کے دوسرے میدانوں میں بھی کام کرنے کا موقع ملیگا۔ یہ شعبے کوئی بھی ہوسکتے ہیں جیسے نسل، علاقائیت، سماجی طبقات، مذہبی اکثریت پسندی، اور سماجی اقتدار کے بہت سے دوسرے معاملے۔ اگر ہمارا کام اس سمت میں بڑھتا ہے تو یہ ایک بڑے سماجی بدلاؤ کو وجود میں لانے کے لیے یہ سچ مچ ایک بڑے انقلابی کام کی شکل میں ظاہر ہوگا۔ ساتھ ہی ہمیں مردوں کے تسلّط پسندانہ مزاج کی نوعیت اور پدریت کے غلبہ اور اس کے عمل کو بھی دھیان میں رکھنا ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ عورتوں کی فلاح کی حمایت کے نام پر مرد انفرادی اور اجتماعی طور پر ایک مربّیانہ نہج اختیار کریں اور ساتھ ہی مضبوطی کے ساتھ اپنی عورتوں کے اوپر اپنی خود کی طاقت اور اختیار کو اور بھی بڑھالیں اگر ایسا ہوتا ہے تو یہ پھر یہ سارا عمل ہی بیکار ہوکر رہ جائگا۔

میں مین انگیج نیٹ ورک کے سبھی ممبران اور ساتھی کے لیے اپنی بہترین خواہش کا اظہار کرتا/کرتی ہوں کہ وہ ایک ساتھ مل کر اور دوسرے کے ساتھ شرکت میں اس کام کو تیار کرینگے اور اسے عملی جامہ پہنائینگے۔

تولیدی و جنسی حقوق: خواتین کی بین الاقوامی این جی او کے لیے راستہ؛ روزیلنڈ پیچیسکی

[i] Reproductive and Sexual Rights: Charting the Course of Transnational Women's NGOs; Rosalind Petchesky, UNRISD 2000

تولیدی و جنسی حقوق: خواتین کی بین الاقوامی این جی او کے لیے راستہ؛ روزیلنڈ پیچیسکی